



## سوال

(124) کیا نماز جنازہ مسجد میں ناجائز ہے۔

## جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا نماز جنازہ مسجد میں ناجائز ہے۔

## الجواب بعون الوهاب بشرط صحیحہ السؤال

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلوة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

بردران احناف کا دعویٰ ہے کہ ہم عامل بالقرآن والحدیث ہیں۔ اور ((ناأنا علیہ وأضحائی)) کے مصداق ہیں۔ ہمارا دین وہی دین ہے۔ جو صحابہ کرام کا تھا، ہمارا مذہب اعلیٰ و ارفع ہے اور یہ فرقہ ناجیہ میں داخل ہیں، ان احناف کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ ہم ہی حق پر ہیں۔ باقی سب مردود و باطل ہیں، ان کو یہ دعویٰ مبارک ہو۔ لیکن ہر دعویٰ کو ثابت کرنے کے لیے دلیل کی ضرورت ہوتی ہے، وہ اپنے دعویٰ کو دلائل سے ثابت کریں، یوں تو احناف اپنے ہر طرز عمل کو ((ناأنا علیہ وأضحائی)) کا مصداق بتاتے ہیں۔ لیکن ہم جب ان کے اعمال کا جائز دلیلیتہ ہیں تو ان کو احادیث کے خلاف پاتے ہیں، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار و طرز عمل کے بھی خلاف پاتے ہیں۔ آج ہم صرف مسجد میں میت کی نماز جنازہ پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ ((ان أریذ إلا الإصلاح ما استطعت و ما توفیقی إلا باللہ)) احناف کا عمل یہ ہے کہ ہونجنازہ کو مسجد میں لانے اور رکھنے سے منع کرتے ہیں، اور مسجد میں جنازہ کی نماز پڑھنے کو بھی ناجائز کہتے ہیں، اس مسئلہ کی تحقیق کے لیے کتب احادیث کی ورق گردانی کی تو معلوم ہوا کہ محدثین نے اس مسئلہ کے لیے ایک مستقل باب باہن الفاظ منعقد کیا ہے۔ ((باب الصلوة الجنائزہ فی المسجد)) پھر بطور استدلال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہہ والی حدیث کو پیش کرتے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں۔

((عن عائشہ کما توفی سعد بن ابی وقاص قالت اذ خلوا بہ المسجد حتی اُصلی علیہ فأنکر ذاک علیہا فقالت واللہ لقد صلی رسول اللہ ﷺ علی ابنتی بیضاوی سھیل و انجیہ فی المسجد رواہ مسلم فی باب جواز الصلوة علی النیبت فی المسجد اص ۳۱۳ و فی الباب احادیث کثیرة منقذ طریق عدیدة تملیغ درجہ الثواب کما لا یستغنی علی ما ہر النجدیث انتہی))

”یعنی جب سعد بن ابی وقاص کا انتقال ہوا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے لوگوں سے کہا کہ ان کا جنازہ مسجد میں لاؤ تاکہ ہم مستورات بھی جنازہ کی نماز پڑھیں، اس پر بعض ناواقف لوگوں نے جن کو نماز جنازہ فی المسجد کے بارے میں علم نہ تھا، انکار کیا، تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بطور استدلال ایک حدیث پیش کی اور فرمایا کہ حضور ﷺ نے اپنے صحابی سھیل بن بیضاء اور ان کے بھائی کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی تھی۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس بیان کو تمام صحابہ کرام نے بلا جھجھچا قبول کیا پھر دوبارہ کسی کو انکار کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ پس مذکورہ بالا روایت ہی اس بات کے لیے کافی و دانی ثبوت ہے کہ مسجد میں جنازہ کو رکھا جاسکتا ہے اور مسجد میں جنازہ کی نماز پڑھی جاسکتی ہے، مگر حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث قابل حجت نہیں ہے، کیونکہ اعتکاف کی وجہ سے آپ نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی ہوگی، یا پہلے جائز تھا بعد میں منسوخ (۱) ہو گیا کما سیاتی بیانہ اس حدیث کے علاوہ ہمیں اپنے دعویٰ کے ثبوت میں اور دلائل بھی ملتے ہیں۔ مثلاً حضرت ابو بکر



رضی اللہ عنہ کے جنازہ کی نماز حضرت عمر نے (تمام صحابہ کرام کے سلسلے) مسجد میں پڑھائی (کسی نے منسوخ نہ کہا) پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھائی۔ جیسا کہ مؤطا امام مالک میں مذکور ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے۔ کہ ((وَوَضَعَتْ الْجَنَازَةَ تَجَاهُ الْمَغْرِبِ)) (رواہ ابن شیبہ وزرقانی جلد نمبر ۲ ص ۱۵) ”یعنی جنازہ منبر کے سلسلے رکھا گیا اور پھر نماز پڑھی گئی۔“ اس روایت سے اس خیال کی بھی تردید ہوگی کہ جنازہ کی نماز مسجد کے کسی کونے میں ادا کی جاسکتی ہے۔ وسط مسجد میں نہیں۔ عون المعبود شرح البوداؤد جلد نمبر ۳ ص ۱۸۲ میں درج ہے۔

((وَقَدْ ثَبَتَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرُ صَلَّيَا عَلَيَّ فِي الْمَسْجِدِ وَهُوَ مَمْلُومٌ أَنَّ عَامَّةَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ شَهِدُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ فَحَيَّ بِشِكْرِهِمْ انْفِرَاةً وَلَسَلَّ عَلَيَّ جَوَازَهُ))

”یعنی یہ بات ثابت ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی گئی، اور یہ ظاہر ہے کہ ان دونوں کی نماز جنازہ میں عام مہاجرین و انصار نے شرکت کی اور کسی نے بھی اس کو برانہ کہا۔ پس ثابت ہوا کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔“

((وَعَلَّكَ اِقَالَ فِي الْمَوْطَا فِي الْيَمِينِ اَيْضًا وَقَدْ رَأَيْتُ فِي الْمَكَّةِ كُلَّ يَوْمٍ غَيْرِ مَرَّةٍ بَعْدَ الصَّلَاةِ الْفَرِيضَةِ فَلَمَّا سَلَّمَ الْاِيَامُ قَامَ الْمُؤَذِّنُ فَقَالَ الصَّلَاةُ عَلَيَّ مَيِّتِ النَّاحِضِ الصَّلَاةُ رَحِمَ اللَّهُ ثُمَّ وَضَعَتْ الْجَنَازَةَ عِنْدَ الْاَيْتِ، مُقَدِّمَةً وَوَدُونَ الْاِيَامُ فَصَلَّى الْاِيَامُ صَلَاةَ الْجَنَازَةِ عَلَيَّ مَيِّتِ النَّاحِضِ عِنْدَ الْاَيْتِ وَالنَّاسُ خَلْفَهُ وَلَا نَعْلَمُ فِي ذَلِكَ مِنْهُمْ فَيَا اِخْتِلَافًا))

”یعنی (امسال جوج کرنے کے لیے کہ معظمہ گیا تو) میں نے دیکھا کہ ہر روز فرض نماز کے بعد جب امام سلام پھیرتا تو مؤذن کھڑے ہو کر اعلان کرتا کہ جنازہ حاضر ہے نماز جنازہ پڑھیجے۔ اللہ آپ پر رحم کرے۔ پھر جنازہ بیت اللہ میں امام کے آگے رکھ گیا جانا، اور وہ نماز پڑھانا اور لوگ اس کے پیچھے ہوتے، میں بھی شریک جماعت ہو کر نماز جنازہ پڑھا کرتا تھا، اگر کسی میت کا جنازہ فرض نماز سے پہلے یا بعد میں لایا جاتا تو بھی امام صاحب اس وقت حرم میں موجود چند مقتدیوں کے ساتھ نماز جنازہ حرم ہی میں پڑھا دیتے تھے۔“

میں چاشت کے وقت طواف کی حالت میں مسجد حرام میں جانا تھا تو دو ایک دفعہ جنازہ کی نماز میں شریک ہونے کا مجھے اتفاق ہوا۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ مسجد حرام میں مشرق و مغرب سے آئے ہوئے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی تمام فرقوں کے لوگ مسجد حرام میں نماز پڑھتے ہیں۔ اور جنازہ کی نماز میں بھی بلا جوں چراں شریک ہوتے ہیں۔ کبھی کسی نے اعتراض نہیں کیا کہ جنازہ مسجد میں کیوں لایا گیا۔ اور منبر و محراب کے پاس رکھ کر امام نے کیوں اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ میں نے بعض حنفی بزرگوں سے پوچھا کہ آپ کے مذہب میں جنازہ کی نماز مسجد میں پڑھنا منع ہے۔ اس کے باوجود آپ مسجد حرام میں اور مسجد نبوی میں جنازہ کے سلسلے کھڑے ہو کر نماز جنازہ کیوں پڑھتے ہیں۔ تو جواب نہ ارد۔ معلومات حج ۱۹۶۵ھ میں لکھا ہے۔

((وَعَلَّكَ اَرَأَيْتُ فِي الْمَدِينَةِ كُلَّ يَوْمٍ غَيْرِ مَرَّةٍ اِذْ سَلَّمَ الْاِيَامُ قَامَ الْمُؤَذِّنُ فَقَالَ الصَّلَاةُ عَلَيَّ مَيِّتِ النَّاحِضِ الصَّلَاةُ رَحِمَ اللَّهُ ثُمَّ وَضَعَتْ الْجَنَازَةَ فِي جَوْفِ الْمَسْجِدِ عِنْدَ الْحَرَابِ فَصَلَّى الْاِيَامُ الْجَنَازَةَ وَالنَّاسُ خَلْفَهُ بِلَا اِخْتِلَافٍ وَهَذَا يَشْتَضِي الْاِجْمَاعَ عَلَيَّ جَوَازًا اَلَا تَرَ))

”مطلب یہ ہے کہ مولفت رسالہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک ایک دن میں کسی کسی مرتبہ امام کو نماز جنازہ پڑھاتے دیکھا اس حال میں کہ جنازہ مسجد کے بیچ میں محراب کے پاس رکھا ہوتا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کے جواز پر اجماع ہے۔“

خیر یہاں تک تو مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے ((أَمْرًا حَسَنًا)) صحابہ کرام کے عمل اور اہلحدیث کے مسلک کا بیان کیا گیا۔ اب حنفیہ کی خبر لیجئے۔ جو ((نَا أَنَا عَلَيَّ وَأَصْحَابِي)) کے دعویدار ہیں۔

تفصیل میں اگر آپ جائیں گے تو جگہ جگہ آپ کو حنفیوں کے اس دعوے اور عمل میں تضاد نظر آئے گا۔ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نماز جنازہ فی المسجد کے متعلق یوں فرماتے ہیں۔ ((لَا تُصَلِّ الصَّلَاةَ عَلَيَّ فِي الْمَسْجِدِ كَمَا وَرَدَ (۱) فِي كُتُبِ الْخَفِيِّينَ)) بحوالہ نووی جلد اول ص ۳۱۳

(۱) یہ قول بلا سند امام صاحب کی طرف منسوب کرنا مناسب نہیں، بلکہ اس قول کو مولفین کتب فقہ کی طرف منسوب کرنا مناسب ہے کتب فقہ میں امام صاحب کا یہ قول بھی مشہور ہے۔ ((اِذَا صَلَّيْنَا الْجَنَازَةَ فَمَوْجِبُهَا)) اس قول کے مطابق امام صاحب بری الذمہ ہیں۔ یہ مولفین کتب فقہ کے سرپرستہ ہے۔ (سعیدی)



یعنی جنازہ پر مسجد میں نماز پڑھنا درست نہیں ہے، ملاحظہ فرمائیے۔ حنفیہ کی چوٹی کی کتاب ہدایہ جو ان کے خیال میں قرآن کے مثل ہے۔ اس میں صاحب ہدایہ لکھتے ہیں۔

((وَلَا يُصَلِّي عَلَى مَيِّتٍ فِي مَسْجِدٍ حَتَّى يَقُولَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ جَنَازَةً فِي الْمَسْجِدِ فَلَا أَجْرَ لَهُ وَلَا تَنْبِي لَأَدَائِي الْمَكْتُوبَةَ وَلَا تَنْبِي لَتَلْوِيثِ الْمَسْجِدِ)) (ہدایہ جلد اول ص ۱۶۱)

”یعنی جس مسجد میں نماز جماعت پڑھی جاتی ہو۔ اس میں جنازہ پر نماز نہیں پڑھی جاسکتی۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے جنازہ پر مسجد میں نماز پڑھی اس کو کچھ اجر و ثواب نہیں ملے گا۔ دوسری وجہ ہے کہ مسجد فرض نماز کے لیے بنائی گئی ہے، تیسری وجہ یہ ہے کہ مسجد میں جنازہ کو رکھنے سے اندیشہ ہے کہ بول و براز خارج ہونے سے مسجد گندی ہو جائے۔“

حنفیوں کی عادت ہے، جب امام صاحب کے قیاس اور رائے کو صحیح حدیث رد کر رہی ہو بلبلایا جاتے ہیں، حواس بانہ ہو کر عقل و خرد کو بالائے طاق رکھ کر طرح طرح کی تاویلیں گھڑنے لگتے ہیں۔ تاکہ امام صاحب کے قول و فتویٰ کا صحیح محل و مصداق نکل آئے، کبھی حدیث کی سند میں کیڑے نکالتے ہیں، کبھی کہتے ہیں یہ حدیث مسوخن ہے، کبھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص ہے غرضیکہ امام صاحب کے فتویٰ کو صحیح ثابت کرنے کے لیے، عام حدیث کو خاص کرنے، خاص کو عام کرے، ضعیف حدیث کو مشہور و متواتر اور متواتر کو ضعیف کہنے سے بھی نہیں چھکتے۔ اس سے بھی مقصد برآری نہیں تو حدیث کے الفاظ کھڑ کر پیش کر دیتے ہیں۔ اس مرض میں حنفیوں کے چھوٹے بڑے سب علماء مبتلا ہیں۔ ان لوگوں کی حدیث دانی اس قسم کی تاویلات کے ارد گرد گھومتی رہتی ہے۔

مذکورہ بالا سطروں میں ہدایہ کی جو عبارت نقل کی گئی ہے، اس میں صاحب ہدایہ نے امام صاحب کے مذہب کو ثابت کرنے کے لیے یہ حدیث نقل کی ہے۔

((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ جَنَازَةً فِي الْمَسْجِدِ فَلَا أَجْرَ لَهُ))

”یعنی جس نے جنازہ پر مسجد میں نماز پڑھی اس کے لیے کوئی اجر نہیں ہے۔“

صاحب ہدایہ نے اس حدیث کی نہ کوئی سند بیان کی اور نہ حدیث کی کسی کتاب کا حوالہ دیا۔ دیتے بھی کہاں سے جب کہ یہ حدیث ہی من گھڑت ہے۔

صاحب ہدایہ پر یہ بہت بڑا دھبہ ہے کہ انہوں نے امام صاحب کے قول کو صحیح ثابت کرنے کے لیے گھڑی ہوئی حدیث پیش کر دی۔ صاحب ہدایہ تو گداز گئے۔ ان کے بعد آنے والے حنفی علماء کو خیال آیا کہ اس دھبہ کو دور کرنا چاہیے۔ اور طالبان حق کا یہ خلیان دور کرنا چاہیے کہ اس حدیث کی نہ سند ہے نہ حوالہ۔ چنانچہ مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری حنفی نے بخاری شریف کے حاشیہ پر اسی طرح مشکوٰۃ کے حاشیہ نے جب اس مسئلہ کے موافق و مخالفت پہلوؤں کو واضح کیا تو اپنا مذہب بایں الفاظ بیان کیا۔

((فَعِنْدَنَا مَكْرُوهٌ لِحَدِيثِ الَّذِي رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ جَنَازَةً فِي الْمَسْجِدِ فَلَا صَلَوةَ لَهُ انْتَهَى))

”یعنی ہمارے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ ابو داؤد اور ابن ماجہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص جنازہ پر مسجد میں نماز پڑھے گا، اس کو کوئی اجر نہیں ملے گا اور دوسری روایت میں ہے کہ اس کی نماز جنازہ ہی ادا نہ ہوگی۔“

اس حاشیہ کو پڑھنے کے بعد حنفی طالب علم مطمئن ہو جاتا ہے کہ ہمارا مذہب برحق ہے۔ ان بے چاروں کو کیا معلوم کہ غلط تلقین کی گئی ہے۔

حنفی علماء کو چیلنج ہے کہ وہ بتائیں یہ حدیث ٹھیک ان ہی الفاظ کے ساتھ ابو داؤد اور ابن ماجہ میں کہاں اور کس باب میں وارد ہے۔ حنفیہ کے تمام بزرگ قیامت تک کوشش کریں تو صحت نقل کی ذمہ داری سے سبک دوش نہیں ہو سکتے۔ ابو داؤد اور ابن ماجہ کجا ساری صحاح ستہ اور تمام کتب حدیث میں یہ الفاظ نہیں دیکھا سکتے۔ اس لیے کہ یہ حدیث بالکل بناوٹی۔ جھوٹی اور موضوع ہے۔

((قَالَ ابْنُ عَبْدِ بَرٍّ رَوَاهُ أَبُو حَاشٍ وَقَالَ لَمْ عَلَى قَارِي أَيْضًا فِي كِتَابِهِ مَوْضُوعَاتٍ كَبِيرَةٍ حَدِيثٌ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ جَنَازَةً فِي الْمَسْجِدِ فَلَا أَجْرَ لَهُ خَطَأً فَاحْشٌ وَالصَّوَابُ رَوَاهُ أَبُو حَاشٍ فَلَا شَيْءَ لَهُ قُلْتُ وَهُوَ))

مُخَوَّلٌ عَلَى رِوَايَةِ فَلَا شَيْئَ عَلَيْهِ))

”یعنی علامہ عبد البر فرماتے ہیں۔ کہ ((فَلَا أَجْرَ لَهٗ)) والی حدیث بالکل بے بنیاد ہے۔ اور علی قاری رحمہ اللہ نے بھی یہی کہا ہے کہ ((فَلَا أَجْرَ لَهٗ)) کو فرمانِ رسول قرار دینا کھلی نظر ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ((فَلَا شَيْئَ عَلَيْهِ)) یعنی جو شخص جنازہ پر مسجد میں نماز پڑھے گا اس پر کوئی برائی نہیں لادی جاسکتی۔“

الوداؤد میں جو روایت ہے اس میں ((فَلَا أَجْرَ لَهٗ)) کی بجائے ((فَلَا شَيْئَ لَهٗ)) ہے جس کے معنی ہیں۔ ((فَلَا شَيْئَ عَلَيْهِ)) اسی طرح عنایہ ص ۶۱ ج میں مذکور ہے۔ کہ ((قَالَ ابْنُ عَبْدِ النَّبْرِ وَآيَةُ فَلَا أَجْرَ لَهٗ خَطَايَ فَا حَسَّ وَالصَّحِيحُ فَلَا شَيْئَ لَهٗ لَفْظَ فَلَا أَجْرَ لَهٗ)) اور ((فَلَا شَيْئَ عَلَيْهِ)) کے مفہوم میں تضاد ہے۔ دونوں کی حقیقت جدا جدا ہے۔ حنفی علماء نے ((فَلَا شَيْئَ)) کو ((فَلَا أَجْرَ)) سے اس لیے بدل دیا۔ تاکہ امام صاحب کا مذہب ثابت ہو جائے، آپ نے دیکھا اندھی تقلید کا تماشا سچ ہے۔ ((حَبِطَ الشَّيْءُ لِعُيُنِي وَيَلُغَم)) یہ لوگ امام صاحب کے قول کو ثابت کرنے کے لیے قرآن و حدیث میں رد و بدل کرنے کے لیے بھی تیار رہتے ہیں ان لوگوں نے شریعت کو موم کی گڑیا سمجھ رکھا ہے جس طرف چاہا موڑ دیا۔ ان کے نزدیک اصل حجت و دلیل امام صاحب کا قول ہے۔ اور قرآن و حدیث کو امام صاحب کے قیاس و رائے کے تابع بنا رکھا ہے۔ کتنی ہی صحیح ترین حدیث ان کے سامنے رکھ دی جائے اگر وہ امام صاحب کے فتویٰ کے خلاف ہے تو کبھی نہیں کہیں گے کہ امام صاحب نے اجتہاد کرنے میں غلطی کی اور اگر صحیح کے مقابلہ میں ضعیف حدیث سے امام کی تائید ہوتی ہو تو فوراً دلیل میں پیش کر دیں گے۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے کو امام صاحب کے قول کا مکلف سمجھتے ہیں اور قرآن و حدیث کی باتیں ذہلی جانتے ہیں۔ جب یہ لوگ چاروں طرف کے دلائل سے گھر جاتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں کہ ((عَنْدَنَا أَوْ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُمُ اللَّهُ وَعِنْدَ أَصْحَابِنَا هَكَذَا)) ”یہ مسئلہ ہمارے نزدیک یا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یا ہمارے اصحاب کے نزدیک اسی طرح ہے۔“ ہم اسی کو مانیں گے اور اسی پر عمل کریں گے۔ کیونکہ ہم ان کے مقلد ہیں مذکورہ بالا حدیث کو پھر ملاحظہ فرمائیں الوداؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ایک ٹکڑا یہ ہے۔ ((فَلَا شَيْئَ لَهٗ)) محدثین نے اس کے معنی ((فَلَا شَيْئَ عَلَيْهِ)) کے بیان کیے ہیں جس کی رو سے اس حدیث میں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ والی مذکورہ بالا حدیث میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

یہاں ((لَهٗ)) کے لام کو علی کے معنی میں لینا ہی درست ہے اور اگر لام کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ تو انصاف کا تقاضا ہی ہے کہ حنفیہ کو یہ حدیث امام صاحب کے قول کی تائید میں پیش نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی اسباب ہیں جن کی بناء پر یہ حدیث قابل حجت و قابل عمل نہیں ہو سکتی۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

((قَدْ أَجَابُوا مِنْ حَدِيثِ سُنَنِ أَبِي دَاوُدَ بِأَخْوِيَةِ أَحَدَهَا أَنَّهُ ضَعِيفٌ لَا يُصَحُّ إِلَّا بِخَبْرٍ بِهِ وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ هَذَا حَدِيثٌ ضَعِيفٌ))

((تَفَرَّدَ بِهِ صَاحِبُ مَوْلَى التَّوَمَّةِ وَهُوَ ضَعِيفٌ أَيْضًا))

..... نووی ص ۳۱۳ ج ۱، امام نووی رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، دونوں کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور یہ کسی مسئلہ کے لیے دلیل نہیں بن سکتی۔ پس ثابت ہو گیا کہ حنفیہ کا یہ مسئلہ بلا دلیل اور بے بنیاد ہے کہ جنازہ کی نماز مسجد میں پڑھنا جائز نہیں اس کے باوجود حنفیہ یہی فتویٰ جیتے ہیں رہیں گے۔ کیونکہ فقہ کی کتابوں میں اسی طرح لکھا ہے، چنانچہ ملاحظہ فرمائیں شرح وقایہ جلد اول ص ۲۵۵ میں ہے کہ ((کرہت فی مسجد جماعتہ ان کانت المیت فیہ)) اور عنایہ جلد اول ص ۶۱ میں یہ مسئلہ اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

((قَوْلُهُ فِي مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ إِذَا كَانَتْ الْجَنَازَةُ فِي الْمَسْجِدِ فَالصَّلَاةُ عَلَيْهِمَا مَكْرُوهَةٌ بِاتِّفَاقِ أَصْحَابِنَا))

اور اسی طرح کفر الدقائق اور رد المحتار اور فتاویٰ عالمگیری میں بھی مذکور ہے۔ یہ حنفیہ کی ہٹ دھرمی کا ادنیٰ نمونہ ہے۔ شروع میں مسلم شریف سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث نقل کی جا چکی ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کے بارے میں متعدد سندوں سے اتنی حدیثیں آئی ہیں۔ جو درجہ تواتر کو پہنچتی ہیں۔ حنفیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا یہ جواب دیا کہ اعتکاف کی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے مسجد کے اندر نماز جنازہ پڑھی ہوگی یا پہلے پڑھی جاتی ہوگی بعد میں فسوخ ہوگی۔ یہ دونوں باتیں اٹکل سے کہی گئی ہیں۔ کوئی ثبوت نہیں کہ آپ معتکف تھے۔ اعتکاف کی حالت میں نماز جنازہ پڑھنا ضروری تھا تو آپ رضی اللہ عنہ جنازہ کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد سے باہر بھی تشریف لاسکتے تھے۔ غیر ضروری تھا تو نماز کے لیے جنازہ کو مسجد میں کیوں داخل کیا گیا۔ جب کہ بقول احناف مکروہ ہے۔ حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کی کئی واقعوں کی طرف اشارہ کیا ہے کیا ہر دفعہ آپ اعتکاف کی حالت میں تھے۔

((جَنَّانُ اللَّهِ هَذَا بَجْنَانٍ عَظِيمٍ)) اگر اعتکاف کی وجہ سے مکروہ مباح ہو گیا۔ تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کا علم ہونا چاہیے تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم خاموش کیوں ہو گئے۔ رہا یہ کہ پہلے جائز تھا۔ بعد میں منسوخ ہو گیا۔ تو ناسخ و منسوخ قرار دینے کے لیے ضروری ہے کہ ایک درجہ کی دو متعارض حدیثیں موجود ہوں اور ان کی تاریخ بھی معلوم ہو کہ منسوخ حدیث پہلی کی ہے اور ناسخ بعد کی اگر صحیح حدیث اور ضعیف حدیث میں تعارض ہو تو ناسخ و منسوخ کہہ کر تعارض کو دفعہ نہیں کیا جائے گا۔ آگ چہ مقدم و مؤخر معلوم ہو یہاں ناسخ و منسوخ کی کوئی شرط نہیں پائی جاتی۔ اس مسئلہ میں ایک ہی طرح کی حدیثیں ہیں جو تواتر کے درجہ کو پہنچتی ہیں کہ مسجد میں نماز جنازہ جائز ہے اس کے خلاف ایک حدیث بھی نہیں ہے اگر یہ حکم منسوخ ہوتا تو آپ ﷺ کے انتقال کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم اس کے خلاف نہ کرے حالانکہ اوپر گزر چکا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حدیث بیان کرنے کے بعد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی گئی۔ پھر حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی گئی البتہ اس حدیث متواتر اور امام صاحب رحمہ اللہ کے قول میں تعارض ہے۔ کیا آپ امام صاحب کے قول ناسخ اور حدیث متواتر کو منسوخ قرار دیتے ہیں۔

صاحب ہدایہ کا کہنا کہ مسجد فرضوں کے لیے ہے۔ اور مسجد میں جنازہ رکھنے سے مردہ کی گندگی ٹپکنے اور مسجد کے لوٹ ہو جانے کا اندیشہ ہے محل نظر ہے احادیث کا مطالعہ کیجئے۔ معلوم ہو جائے گا کہ قرون اولیٰ میں مسجدوں میں کیا کیا امر انجام پاتے رہے ہیں۔ اس کی بھی فرست ملے گی۔ اگر مسجد میں صرف فرضوں کے لیے ہے تو آپ اس میں سنت و نفل کیوں پڑھتے ہیں۔ کیا نماز جنازہ فرض نہیں ہے۔ فرض عین نہ سہی۔ فرض کفایہ تو ہے تلویث مسجد کا احتمال زندوں سے بھی وابستہ ہے۔ ایسی اضطراری کیفیت پیدا ہو سکتی ہے۔ جس سے بول و براز خطا ہو جائے اس لیے مردوں اور عورتوں کو مسجد میں جانے سے روک دیجئے۔ یہ سب قباحتیں محض اس لیے پیدا ہو رہی ہیں کہ آپ امام صاحب کے غلط فتویٰ کو صحیح ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں حنفیہ سے شکایت ہے کہ وہ امام صاحب رحمہ اللہ سے اس درجہ عقیدت رکھتے ہیں کہ اگر امام صاحب رحمہ اللہ کے قول کے خلاف کسی صحابی نے حدیث بیان کی ہے تو اس صحابی کی تنقیص کرنے لگتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی ہیں۔ اور ان کی روایت کردہ حدیثیں حنفی مسلک سے ٹکراتی ہیں۔ اس لیے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو غیر فقیہ کہنا شروع کر دیا۔ ابو داؤد کی یہ روایت ((لَا شَيْءَ لِي)) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور مولانا احمد علی سہارنپوری کے کہنے کے مطابق ((لَا آخِرَ لِي)) اور ((لَا صَلَوةَ لِي)) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ پہلی حدیث ضعیف اور دوسری موضوع ہے۔ ایک حنفی بزرگ کہنے لگے کہ جب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح تھی اور موضوع ٹھہری اسی وجہ سے ہدایہ و نہایہ اور اکثر تفسیروں میں لکھا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صحیح حدیثیں بیان کرتے تھے اس لیے ہر مسئلہ میں ہم ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو نہیں ملتے ناظرین یہ صریح بتانا ہے ہدایہ و نہایہ اور ابن کثیر وغیرہ کیا دنیا کی تمام کتب رجال اور اسماء الرجال میں کہیں نہیں ہے کہ ابو ہریرہ مہتمم بالکذب تھے یہ منکرین حدیث کذب بیان کرتے ہوئے خدا سے نہیں ڈرتے سنئے علامہ عجاج الخطیب اپنی کتاب اعلام العرب ص ۱۴۹ میں یوں فرماتے ہیں۔

((قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ أَنَّتَى أَلْبُوقَ هَزْرَةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَخْفَضْنَا حَدِيثَهُ))

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابو ہریرہ تم ہم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں کو جلتے ہو اور تمہیں ہم سے زیادہ حدیثیں یاد ہیں۔“

البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۰۹ :

((وقال حاقظ المغرب يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر ان ابو هريرة منق أخف أصحاب رسول الله ﷺ وكان يحضر ما لا يحضر سائر المهاجرين والانصار لا اشتغال الماجرین بالتجارة والانصار سوا نظم الخ الاستيعاب ص ۷۷، ج، وقال ابن الاثير ابو هريرة الدوسي صاحب رسول الله ﷺ واكثرهم حدیث عن الخ۔ أسد الغابہ ص ۳۱۵ ج ۲ وابن عساکر ص ۸۱، وقال الشافعي ابو هريرة رضی اللہ عنہ احفظ من روى الحديث في ديرة الخ اعلام العرب ص ۱۹۳، قال البخاري روى عنه نحو ثمان مائة من اهل العلم وكان احفظ من روى الحديث في عمره، تہذیب التہذیب ص ۲۶۵ ج ۱۲ والبدایہ والنہایہ ص ۱۰۳ ج ۸، وقيل لابن عمر بل تنكر ما يحدث به ابو هريرة شيئا فقال لا ولكن اجترأ وجرنا الخ، اعلام النبلاء ص ۳۳۷ ج ۲ وفي تاريخ دمشق ص ۳۹۲ ج ۴، وقال طليح بن عبيد اللہ لا نشك انه سمع فالم نسمع الخ اعلام النداء نمبر ۳۶ ج ۲ واصابہ ص ۲۰۲ ج ۷، وفي الباب احاديث كثيرة كما رواه البخاري واقوال كثيرة كما لا يخفى على ما بر الحديث والفتون من يريد الاطلاع فليرجع اليه ومن ادعى خلافه فليعلمه البيان بالبرهان واقول هذا مختصر نخوف الطول هذا ما عندي والله اعلم بالصواب))



(انخبار اہل حدیث دہلی جلد نمبر ۵ ش نمبر ۱۹۰۱۸) (جیب الرحمن مالہبی مقام کڑیا ڈاکخانہ کنار نچ ضلع مالہ)

## فتاویٰ علمائے حدیث

جلد 05 ص 225-235

محدث فتویٰ